محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن میں
رئیس التحریر علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ
علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ
مرکزی مجلس رضا
MARKAZI MAJLIS-E-REZA

محمد رسول اللہ قرآن میں

مع

آقائے کائنات ﷺ

مصنف

رئیس التحریر محسنِ ملت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ
خطیبِ مشرق پاسبانِ ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ

مرکزی مجلس رضا، لاہور

اَللّٰہُ ربُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَا
نَحۡنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَا

(سلسلہ اشاعت نمبر 28)

نام کتاب .... محمد رسول اللہ قرآن میں
آقائے کائنات ﷺ قرآن کی روشنی میں

مصنفین .... رئیس التحریر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ
خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی

صفحات 56

تاریخ اشاعت .... 21 نومبر بروز منگل 2017ء بمطابق
یکم ربیع الاوّل شریف 1439ھ

شرفِ اشاعت .... مرکزی مجلسِ رضا، لاہور

ہدیہ .... 60 روپے

ملنے کا پتا
دفتر مرکزی مجلسِ رضا، مسلم کتابوی
گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور 042-37225605
Email:muslimkitabevi@gmail.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ وَحِزۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ۔

کوئی کھلا ہوا کافر اگر رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا منکر ہو تو یہ چنداں تعجب خیز امر نہیں ہے کہ وہ بیگانہ محض ہے۔ کلمۂ اسلام کے ساتھ اس کا رشتہ ہی کیا ہے کہ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام بجالائے گا۔

لیکن وقت کا سب سے بڑا ماتم تو یہ ہے کہ ایک گروہ جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے، مسلم معاشرہ کے ساتھ مذہبی اشتراک کا بھی مدعی ہے۔ مگر دل کا غیظ اور زبان کی جسارت یہ ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک نامۂ بر ہیں۔ خدا کی جناب میں ان کی حیثیت ایک پیغام رساں سے زیادہ نہیں ہے۔ وہ ہماری طرح بشر ہیں بالکل ایک معمولی بشر!

ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگوں کے تئیں یہ اندازِ فکر بہت زیادہ معیوب نہ ہو لیکن حقیقت سے قریب ہو کر سوچئے تو انسانی تخیل کی یہی وہ منحوس سرزمین ہے جہاں سے عملی اور اعتقادی مفاسد کے بے شمار کانٹوں نے جنم لیا ہے۔

چونکہ اس وقت میرا موضوع بحث یہ مسئلہ نہیں ہے ورنہ تفصیل کے ساتھ اس امر پر روشنی ڈالتا کہ اس طرح کے ذہن سے اسلامی روح کی توانائی کو کتنا شدید نقصان پہنچا ہے۔ مجھے تو آج صرف یہ مسئلہ واضح کرنا ہے کہ ربّ العزت کی جناب میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قرار واقعی حیثیت کیا ہے؟

یہ معلوم کرنا بندے کی حدودِ اختیار سے باہر کی چیز ہے۔ یہ تو صرف ربّ العزت ہی جانتا ہے اور وہی بتا سکتا ہے کہ اس کے دربار میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

کیا شان ہے؟

خدا کا شکر ہے کہ اس کی زندہ و تابندہ کتاب قرآن مجید بالکل اصل حالت میں آج بھی ہمارے درمیان موجود ہے۔ اسی آئینے میں اس حقیقت کا سراغ لگایا جا سکتا ہے کہ خدا کے تئیں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہے۔

جو لوگ اپنے ذہن کی فرضی بنیادوں پر منصب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی حد بندی کرتے ہیں وہ ذرا انصافِ نظر کے ساتھ ذیل کی آیتوں میں قرآن کا تیور ملاحظہ فرمائیں اور ان کے مواقع نزول کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ بات بات پر جس کی عظمت شان کا اس درجہ اہتمام کیا جا رہا ہے۔ کیا محبوب کے علاوہ بھی یہ اعزاز کسی ''نامہ بر'' کو آج تک مل سکا ہے؟

میں نے ذیل کے مضمون کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ پہلے شان نزول، اس کے بعد آیت اور پھر حسب ضرورت اس کی مختصر تشریح اور نتیجہ نکالنے کی تمام تر ذمہ داری آپ کے ضمیر کو سونپ دی ہے۔ کیونکہ اچھے ضمیر سے کسی بددیانتی کا حادثہ مشکل ہی سے واقع ہوتا ہے۔

پہلی آیت کریمہ

شانِ نزول: تفسیر کی کتابوں میں منقول ہے زمانۂ رسالت کے آغاز میں بمصلحت ایزدی ایسا اتفاق پیش آیا کہ چند دنوں تک نزول کا سلسلہ رُک گیا۔ کفار مکہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے ازراہِ طعن یہ کہنا شروع کر دیا۔ **وَدَّعَ رَبُّ مُحَمَّدٍ مُحَمَّداً** ۔ محمد کے رب نے محمد کو چھوڑ دیا اور ان کی طرف سے نظر پھیر لی۔ کفار کی اس بدگوئی سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو صدمہ پہنچا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُداس رہنے لگے۔

رحمتِ یزدانی سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اُداسی دیکھی نہ گئی۔ خاطرِ اقدس کی تشفی کے لیے فوراً یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (تفسیر خزائن العرفان۔ خازن ابن جریر)

وَالضُّحٰی ○ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ○ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ○ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ○ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ○

(پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ، آیات ۱ تا ۵)

قسم ہے چڑھتے دن کی۔ قسم ہے رات کی، جب پوری طرح چھا جائے۔ کہ آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا نہ آپ کو مکروہ جانا۔ یقیناً آپ کی (ہر) آنے والی گھڑی آپ کے لیے پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔ اور بلاشبہ آپ کا رب آپ کو عنقریب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

تشریح: ان آیتوں میں خاص طور سے جو چیز قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ محبوب خاموش ہیں اور دشمن کے طعن کا جواب ربّ ذوالجلال دے رہا ہے۔ یگانگت و پاسداری کا یہ حقیقت افروز تعلق کیا کسی نامہ بر کے ساتھ بھی دیکھا گیا ہے؟

بعض علمائے تفسیر فرماتے ہیں کہ اس سورت پاک میں چڑھتے دن سے مراد محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا عارض تاباں ہے اور شب تاریک سے اشارہ محبوب کے گیسوئے عنبریں کی طرف ہے گویا مدعائے کلام یہ ہے کہ محبوب! ذرا اپنے رُخِ روشن پر زلفیں بکھیر کر دیکھیے کہ کیا ایسا پیکر جمیل بھی کراہت و انقطاع کے قابل ہو سکتا ہے۔

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اُڑائی ہوگی

دوسری آیت کریمہ

شانِ نزول: کہتے ہیں کہ دنیائے کفر کے مشہور گستاخ ولید ابن مغیرہ نے ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ ○ (پارہ ۱۴، سورۃ الحجر، آیت ۶)

اے وہ شخص کہ جس پر قرآن اُتارا گیا ہے تو مجنوں و دیوانہ ہے۔

بس اتنا کہنا تھا کہ قہر الٰہی کا بادل کڑکا، بجلی چمکی اور غیظ و جلال میں ڈوبی ہوئی یہ آیتیں ولید ابن مغیرہ کی مذمت میں نازل ہوئیں۔ (تفسیر خزائن العرفان۔ ابن جریر)

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآاَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝ پارہ۲۹، سورۃ القلم، آیات ۱ تا ۶)

قسم ہے قلم کی اور اس کے نوشتوں کی کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنوں نہیں ہیں اور یقیناً آپ کے لیے بے پایاں اجر و ثواب ہے اور بلاشبہ آپ کی خُو بو بڑی شان کی ہے پس عنقریب آپ بھی ملاحظہ فرمائیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ دیوانہ کون ہے۔

اب گستاخ کی مذمت میں ذرا قرآن کے یہ الفاظ شمار کیجیے اور اندازہ لگائیے کہ محبوب کے دشمن کے ساتھ قرآن کی گفتار کا تیور کتنا غضب ناک ہوگیا ہے۔ وہ آیتیں یہ ہیں۔

وَلَاتُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝ اَنْ كَانَ ذَامَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ اِذَاتُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝ (پارہ۲۹، سورۃ القلم، آیات ۱۰ تا ۱۶)

(اے محبوب) آپ کسی ایسے شخص کی بات مت سنیے جو بڑا قسمیں کھانے والا، ذلیل، بہت بڑا طعنہ باز، بہت بڑا چغلخور، بھلائی سے بہت زیادہ روکنے والا، حد سے گزرا ہوا، گنہگار، درشت خُو، اور سب پر طُرہ یہ کہ ولدالحرام ہے۔ اور مزید برآں یہ کہ مال و اولاد والا ہے۔ جب ہماری آیتیں اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلوں کے قصے ہیں۔ عنقریب ہم اس کی سوّر جیسی تھوتھنی پر داغ دیں گے۔

ایک انتہائی عبرتناک واقعہ

منقول ہے کہ ولید ابن مغیرہ کے حق میں جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو عالم غیظ میں وہ تلملا اُٹھا اور اپنی ماں سے جا کر دریافت کیا۔

ابھی ابھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے متعلق دس باتیں بیان فرمائی ہیں۔ اپنی نو ۹ ر برائیوں کے بارے میں تو میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرے اندر موجود ہیں۔ لیکن دسویں بات کہ میری اصل میں بھی فرق ہے۔ اس کے بارے میں مَیں کچھ نہیں جانتا۔ ویسے ہزار دشمنی کے باوجود مجھے اس کا یقین و اعتراف ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات غلط نہیں ہوسکتی۔ اس لیے اب سچ سچ بتادے کہ حقیقتِ حال کیا ہے۔ ورنہ میں تیرا سر قلم کردوں گا۔

تیور دیکھ کر اس کی ماں نے صاف صاف بتادیا کہ تیرا باپ نامرد تھا۔ اس لیے ایک چرواہے کے ساتھ میرا ناجائز تعلق ہوگیا اور اس کے نتیجہ میں تیری پیدائش عمل میں آئی۔

تشریح: حالتِ غیظ میں جب انسان اپنے کسی دشمن کے عیوب کا پردہ چاک کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ نفسانی ہیجان کا ردِعمل ہے۔ لیکن یہاں کیا کہیے گا؟ یہ کلام تو اس پاک و مقدس خداوند کا ہے جس کی ذات شوائب نفسانی سے بالکل پاک و منزہ ہے۔

اس لیے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ وہ ستارالعیوب جو اپنے بڑے سے بڑے سیہ کار بندے کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ اس نے اپنے پیغمبر کے ایک گستاخ کو سارے جہاں میں رسوا کرکے یہ ظاہر فرمادیا ہے کہ جس معصوم و محترم نبی کے گستاخ کے لیے اس کے یہاں کسی عفو و درگذر کی گنجائش نہیں ہے، اس کی حیثیت نامہ بر کی نہیں ہے، محبوب ذی وقار کی ہے۔ یہاں بھی وہی ادائے رحمت جلوہ گر ہے کہ گستاخ نے نشانہ بنایا ہے ذات رسول کو، جواب دے رہا ہے ان کا رب کریم۔ محبوب خاموش ہے، قرآن اس کی

وکالت فرما رہا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی بدنصیب کہہ سکتا ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت ایک خبر رساں کی ہے۔ بلکہ ایک ایسے محبوب کی ہے جو خدا کی محبت کے گہوارے میں پلا۔ اسی کی رحمتوں نے اسے ساری کائنات کی افسری بخشی اور اسے خالق ومخلوق کے درمیان رابطہ کا ایک ذریعہ بنایا۔ اس لیے اس کی حیثیت صرف ایک نامہ بَر کی نہیں ہے بلکہ نامہ کے اسرار ورموز سے باخبر کرنے والے کی ہے۔

تیسری آیت کریمہ

شانِ نزول: بیان کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ ذکور میں سے آخری فرزند دلبند حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا جب وصال ہوا تو کفار مکہ نے طعنہ دیا کہ آپ ابتر ہوگئے، یعنی آپ کی نسل منقطع ہوگئی، نسبی یادگار کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

لختِ جگر کی وفات کا صدمہ ہی کیا کم تھا کہ دشمنوں کے اس طعنہ سے اور بھی غم کی چوٹ ابھر آئی۔ قلب نازک کو غیر معمولی اذیت پہنچی اور آپ اُداس اور ملول رہنے لگے۔ چند لمحے کا اضطراب بھی دریائے رحمت کے لیے تلاطم سے کم نہیں تھا۔ خدائے کردگار نے اپنے محبوب کی تسکین وتشفی کے لیے فوراً یہ سورت نازل فرمائی۔

اِنَّـآ اَعْـطَيْـنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَـصَـلِّ لِـرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَـانِئَكَ هُوَالْاَبْتَرُ ○ (پارہ ۳۰، سورۃ الکوثر، آیات ۱ تا ۳)

(اے محبوب) بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔ پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے۔ یقیناً آپ کا دشمن ہی ابتر ہے۔

تشریح: غور فرمائیے! دنیا میں کسے اپنی اولاد کی جدائی کا صدمہ نہیں اٹھانا پڑتا۔ دشمن کے طنز سے کس کا سینہ گھائل نہیں ہوتا۔ لیکن کیا دنیا میں اس کی بھی مثال موجود ہے کہ دشمن کے طنز کا جواب دینے کے لیے خدائے کائنات نے خود کسی کی وکالت فرمائی ہو اور بھیگی ہوئی پلکوں کے آنسو خشک کرنے کے لیے حضرت روح الامین قرآن لے کر اترے ہوں۔

مشیت الٰہی کا یہ منفرد اور نرالا انداز واضح طور پر اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ جس کے ساتھ یہ معاملہ کیا جارہا ہے وہ خود بھی اپنی شان میں نرالا اور منفرد ہے۔

ایک نکتہ:

اس سورت پاک میں کوثر کے لفظ سے دو معنی مراد لیے گئے ہیں۔ 'حوض کوثر' جو جنت میں سرد اور شیریں، سفید وشفاف نہر ہے؛ کہتے ہیں کہ یہ نہر جنت کے تمام قصور ومحلات سے گذرتی ہوئی لامحدود وسعتوں میں پھیل جاتی ہے۔ اس تفسیر پر آیت کا مفاد یہ ہوگا کہ اے محبوب! آپ اپنے فرزند کی وفات پر کیوں اداس وغمزدہ ہیں۔ ہم نے تو آپ کو وہ گھر ہی عطا فرمادیا ہے۔ جہاں اب ان کا ٹھکانہ ہے۔ وہ بھی آپ ہی کی ملکیت ہے۔ جب دونوں گھر آپ ہی کے ہیں تو صرف گھر کی تبدیلی پر صدمہ کیسا؟ کل تک وہ اِس گھر میں تھے آج اُس گھر میں ہیں، وہ آپ کے گھر سے جدا ہی کہاں ہوئے کہ فراق کا صدمہ اٹھائیے۔

دوسرا نکتہ:

''کوثر'' کے دوسرے معنی ہیں ''خیر کثیر'' یعنی ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمایا۔

''خیر کثیر'' کے وسیع مفہوم میں قیامت تک پیدا ہونے والے امت محمدی کے وہ تمام افراد داخل ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر کاربند رہ کر خیر وحسنات کا ذخیرہ جمع کریں گے۔

اس تفسیر پر آیت کا مفاد یہ ہے کہ دشمنوں کے طنز کا ہرگز آپ کوئی اثر نہ لیں۔ جب تک گردشِ لیل ونہار کا یہ سلسلہ باقی ہے، روئے زمین آپ کی روحانی اولاد سے ہمیشہ معمور رہے گی۔ شش جہات میں آپ ہی کے نام کا ڈنکا بجے گا۔ نسبی اولاد اگر اپنے آباء واجداد کی تعریف کرے تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ خون کا اثر ہے۔ لیکن ایسے کروڑوں افراد کی ثناخوانی جن سے کوئی نسبی تعلق نہیں ہے ان کے اعترافِ کمال کو حقیقت ہی پر مبنی قرار دیا

جائے گا۔ راہ چلتا ہوا کوئی اجنبی بلاوجہ کسی کا کلمہ نہیں پڑھ سکتا۔ جب تک کہ حقیقی عظمتوں کا ماتھے کی آنکھ سے نظارہ نہ کرے۔ آپ کی جلالت شان کا پرچم بلند کرنے کے لیے آپ کی معنوی اولاد کیا کم ہے؟ کہ نسبی اولاد کی فرقت کا صدمہ اٹھایئے .... غور فرمایئے! ایک ہی آیت میں دونوں طرح کے غموں کا مداوا کردیا گیا ہے۔ فرزند ارجمند کی جدائی بھی اب جدائی نہیں رہی اور اس صدمہ کا ازالہ بھی ہوگیا کہ بیٹے کی وفات کے بعد بھی چراغ جلتا رہے گا اور نام کو زندہ رکھنے والے پیدا ہوتے رہیں گے۔

غور فرمایئے .... محبوب کی خاطر نازک کی تشفی کے لیے اتنا بہت کافی تھا لیکن محبت کا تقاضہ اتنے پر ہی تمام نہیں ہوجاتا، ابھی گستاخ کو کیفر کردار تک پہنچانا باقی ہے۔

چنانچہ فرمایا جاتا ہے .... جس گستاخ نے آپ کو بے نام ونشان ہوجانے کا طعنہ دیا ہے سن لیجیے کہ اسی کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ اسی کی نسل منقطع ہوجائے گی۔

یہیں سے محبت کا دستور سمجھ میں آیا کہ محبوب کی عظمتِ شان کا اعتراف اور ہزار اداؤں کے ساتھ اس کے جلوؤں کی مدح سرائی جہاں ایک شیوۂ محبت ہے وہاں دشمن کی کھلی ہوئی مذمت اور واضح طور پر اس کی بدگوئی کی تردید بھی محبت ہی کا تقاضہ ہے۔

یہاں سے ان لوگوں کی دل کی چوری پوری طرح بے نقاب ہوجاتی ہیں جو ایک طرف تو محبت رسول کے مدعی ہیں اور دوسری طرف رسول پاک کے گستاخوں کی مذمت کا کوئی سوال اٹھتا ہے تو ذاتی مفاد کی مصلحت فریضۂ محبت کی راہ میں حائل ہوجاتی ہے۔

حالانکہ یہ فطری بات ہے کہ جب کسی کی محبت کسی کے دل میں خوب راسخ ہوجاتی ہے تو محبوب کی خوشنودی کا حصول اس کی روح کا مزاج بن جاتا ہے۔ اور محبت ہی کا تقاضہ ہے کہ ہر اس چیز سے محبت کی جائے جس کا محبوب کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔ اور ہر اس چیز سے نفرت کی جائے جو محبوب کو ناگوارِ خاطر ہو۔ خلاصہ یہ کہ محبوب کے

دوستوں سے دوستی کی جائے اور محبوب کے دشمنوں سے نفرت! اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو وہ اپنے دعوے محبت میں جھوٹا ہے۔

چوتھی آیت کریمہ

شانِ نزول بیان کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے گئے۔ اثنائے سفر میں کسی صحابی کا اونٹ گم ہوگیا۔ وہ اپنے عقیدے کے مطابق سرکار کی خدمت میں حاضر ہوکر فریادی ہوئے اور غیب کی خبر رکھنے والے رسول سے اپنے گم شدہ اونٹ کا پتہ دریافت کیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم کی روشنی میں فرمایا۔ ''تمہارا اونٹ فلاں وادی میں فلاں مقام پر کھڑا ہے۔'' وہ صحابی الٹے پاؤں سرکار کے بتائے ہوئے مقام پر روانہ ہوگئے۔ اب اِدھر کا قصہ سنیے........... لشکر میں کچھ منافقین بھی تھے۔ جب انہیں یہ اطلاع ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی گم شدہ اونٹ کے بارے میں یہ خبر دی ہے کہ وہ فلاں وادی میں فلاں مقام پر کھڑا ہے تو ازراہِ طنز انہوں نے آپس میں کہنا شروع کیا۔

وَمَا يُدْرِىْ مُحَمَّد بِالْغَيب ۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) غیب کی بات کیا جانیں۔ (یعنی معاذ اللہ انہوں نے یہ بالکل فرضی خبر دی ہے کہ اونٹ فلاں مقام پر ہے)۔

چھپی ہوئی باتوں کا حال انہیں کیا معلوم؟ یہ منافقین جب مدینہ پلٹ کر واپس آئے تو بعض صحابہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچائی کہ فلاں فلاں لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے بارے میں اس طرح طنز کررہے تھے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں بلاکر دریافت کیا تو ایک دم بدل گئے۔ کہنے لگے کہ ہماری قوم کے چند نوخیز لڑکوں نے یونہی ازراہِ مذاق آپس میں اس طرح کی باتیں کی تھیں۔ ویسے درحقیقت ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی کے منکر نہیں ہیں۔

ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے جو عام صحابہ کا ہے۔ اپنی صفائی میں وہ بیان دے ہی رہے تھے کہ حضرت روح الامین قرآن کی یہ آیتیں لے کر اترے۔

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَاتَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ○ (پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ٦٦)

"(اے محبوب) آپ کہہ دیجئے کہ کیا مذاق کرنے کے لیے اللہ اور اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی رہ گیا ہے۔ باتیں نہ بناؤ۔ ایمان قبول کرنے کے بعد تم کافر و مرتد ہو گئے۔" (درمنثور)

تشریح: اللہ اکبر! اپنے محبوب کی حمایت میں ذرا ان آیتوں کا تیور تو دیکھئے۔ تنبیہات کی یہ لگاتار سرزنش لرزا دینے کے لیے کافی ہے۔

پہلی تنبیہ .... تو یہ فرمائی گئی کہ رسول کی شان میں کسی طرح کا اہانت آمیز جملہ فقط رسول ہی کا انکار نہیں خدا کا بھی انکار ہے، آج جو لوگ توحید خداوندی کا نام نہاد سہارا لے کر اس کے رسول کی تنقیص کرتے ہیں وہ اس گمان میں نہ رہیں کہ تنقیص صرف رسول کی ہی ہے۔ بلاتفریق یہ تنقیص شان خداوندی کی بھی ہے۔

دوسری تنبیہ .... یہ فرمائی گئی ہے کہ رسول کے بارے میں علم غیب کا عقیدہ کوئی فرضی چیز نہیں ہے کہ اس کا مذاق اڑایا جائے۔

اسلام و ایمان کے دوسرے حقائق کی طرح یہ بھی ایک ایسی مثبت حقیقت ہے جس کا انکار کرتے ہی اسلام و ایمان کے ساتھ کوئی رشتہ باقی نہیں رہ جاتا۔

تیسری تنبیہ .... یہ فرمائی گئی کہ رسول کی تنقیص وتوہین بس یہی نہیں ہے کہ معاذ اللہ ان کی شان میں مغلظ الفاظ استعمال کیے جائیں۔ بلکہ ان کی کسی لازمۂ نبوت فضیلت وکمال کا انکار بھی ان کی تنقیص شان کے لیے کافی ہے۔

چوتھی تنبیہ .... یہ فرمائی گئی کہ دنیا میں بڑے سے بڑے گناہ کی معذرت قبول کی جاسکتی ہے۔ لیکن شان رسول میں گستاخی کا جملہ استعمال کرنے والوں

کی کوئی تاویل نہیں سنی جائے گی۔

پانچویں تنبیہ .... یہ فرمائی گئی کہ کلمہ گوئی اور اسلام کی ظاہری نشانیاں توہین رسالت کے نتائج و احکام سے کسی کو بچا نہیں سکتیں۔ لاکھ کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہتا رہے۔ تنقیص شان رسول کے ارتکاب کے بعد اس کے لیے دائرہ اسلام میں اب کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تکفیر کے ذریعے اس کے اخراج کا اعلان کردینا ضروری ہے تاکہ مسلم معاشرہ اس کے نمائشی اسلام سے دھوکہ نہ کھائے، اور اس کے ساتھ دینی اشتراک کا کوئی تعلق باقی نہ رکھا جائے۔

پانچویں آیت کریمہ

شانِ نزول: بیان کرتے ہیں کہ سرکار انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"مَنْ اَطَاعَنِی فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہ"

جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی!

اس جملے پر یہودی مذہب کے لوگ بہت زیادہ چیں بہ جبیں ہوئے ان کے درمیان آپس میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں کہ آپ خدائی کا منصب لینا چاہتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ اب خدا کی طرح ان کی بھی پرستش کی جائے۔ یہودیوں کے اس طعن کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ○ (پارہ ۵، سورۃ النساء۔ آیت ۸۰)

"جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی اطاعت سے گریز کیا تو سن لیجئے کہ اس پر آپ کا کوئی ذمہ نہیں۔

تشریح: اس آیت میں پروردگار عالم نے برملا یہودیوں کے اس خیال کی

تردید فرمائی کہ اطاعت اور عبادت دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اطاعت چاہنے والے پر یہ الزام رکھنا کہ وہ اپنی پرستش کرانا چاہتا ہے، کھلا ہوا بہتان اور قلب و ذہن کی واضح ترین شقاوت و گمراہی ہے۔

یقیناً رسول کی شان یہی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے بلکہ وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ جس نے اس کی اطاعت کی، اس نے خدا کی اطاعت کی۔

ذرا غور فرمایئے!

کہ یہودیوں کے اس ناپاک خیال کی تردید کے لیے اتنا بہت کافی تھا۔ لیکن بیان کا یہ دوسرا رُخ کتنا لرزہ خیز ہے کہ جو آپ کی اطاعت سے گریز کرتا ہے یا آپ کی اطاعت کو اطاعت الٰہی نہیں سمجھتا تو آپ کا اس پر کوئی ذمہ نہیں ہے۔ ہم نے آپ کو اس کے اوپر نگران بنا کر بھیجا ہی نہیں ہے۔

آج بھی مسلم معاشرہ میں یہودیوں کے اس ذہن کا ایک گروہ موجود ہے جو اپنے نمائشی اسلام کے چلمن میں بیٹھ کر حق پرست مسلمانوں کو اسی طرح کے طعنے دیتا ہے اپنی بدعقیدگی اور کج فہمی سے منصب رسالت کی ہر توقیر کو وہ خدا ہی کا حق سمجھتا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جائز تعظیم بھی اسے پرستش نظر آتی ہے۔ بالکل یہودیوں کی طرح بات بات میں یہی طعنے دیتا ہے کہ ہم معاذ اللہ رسول کو خدا کے منصب پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو قرآن کی اس آیت سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔

چھٹی آیت کریمہ

شانِ نزول: آغازِ اسلام میں جب قدم قدم پر دشمنوں کی یلغار سے زندگی گھائل ہو رہی تھی توحیدِ الٰہی کا اقرار قیامت کو بُلا لانے کے مترادف تھا۔ قبائلِ کفر کے سارے فرماں رواؤں نے رسول کی آواز کی سماعت سے دنیا کو روک دیا تھا۔ انہی ایام میں ایک دن عربی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا کی چوٹی پر چڑھ گئے اور انہیں اچانک ٹوٹ پڑنے والے خطرہ سے خبردار کرنے والی زبان میں آواز دی۔ اس آواز پر

سارے اہل مکہ بے تحاشا دوڑ پڑے۔ آپ کے گرد جمع ہونے والوں میں ابولہب بھی تھا جب سب جمع ہو گئے تو حضور نے مجمع سے سوال کیا۔

اگر مَیں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی گھاٹی میں دشمن کا ایک لشکر چھپا ہوا ہے اور تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو کیا تم میری اس خبر کا یقین کرو گے؟

سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ کیوں نہیں؟ اس زبان پر کیوں نہیں ہم اعتماد کریں گے جو کبھی جھوٹ سے آلودہ نہیں ہوئی۔ جس کی طہارت پر یقین کرنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

مَیں تمہیں اس سے بھی زیادہ سنگین اور تباہ کن عذاب کی خبر دے رہا ہوں جو تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو کفر و شرک کی زندگی سے تائب ہو کر پرچم اسلام کے دارالامان میں آ جاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تقریر سن کر ابولہب کے تن بدن میں آگ لگ گئی، آنکھوں سے چنگاری اُڑنے لگی۔ غصے سے چہرہ تمتما اٹھا۔ فرطِ غیظ میں جلتے ہوئے کہا۔

تَبًّالَكَ سَائِرَالْيَوم اَلِهٰذا جَمَعْتَنَا ۔

''تمہارا ناس لگ جائے تم نے یہی سنانے کے لیے ہمیں جمع کیا تھا۔''

ابولہب کی بات ابھی ختم بھی نہ ہو پائی تھی کہ قہرِ الٰہی کی ایک بجلی چمکی قہرِ خداوندی کی دھمک سے پہاڑ کا کلیجہ دہل گیا فرطِ ہیبت سے حرم کی سرزمین کانپ اٹھی۔ اتنے میں حضرت روح الامین کے پروں کی آواز کان میں آئی۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ پر سمیٹے قہر و جلال میں ڈوبی ہوئی یہ آیتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا رہے تھے۔

تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝

(پارہ ۳۰، سورۃ اللہب، آیات ۱ تا ۴)

"ٹوٹ جائیں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور اس کا ناس لگ جائے۔
عذاب سے چھٹکارا پانے کے لیے نہ اس کا مال کام آئے گا نہ اس کی کمائی ہوئی دولت۔ وہ اور اس کی بیوی جو لکڑیوں کا گٹھرا اٹھائے پھرتی ہے۔
دونوں جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔"

تشریح: محبوب کو اذیت پہنچانے والے ایک فقرہ پر ذرا قہرِ الٰہی کے چڑھتے ہوئے دریا کا تلاطم تو دیکھیے! ایک لمحہ میں ابولہب کی دنیا اور آخرت کا فیصلہ سنا دیا گیا۔

ابولہب اپنے وقت کا نیا مجرم نہیں ہے۔ غضب ناک تیور میں ڈوبی ہوئی آیات کل تک کیوں نہیں اتاری گئی تھیں۔ کل بھی تو غیرت الٰہی کو حرکت میں لانے والے اسباب اس کے ذریعے صادر ہوئے تھے۔ خدائے واحد کی پرستش سے بغاوت کر کے ہاتھ سے تراشے ہوئے اصنام کو خراج بندگی کا مستحق قرار دینا کیا یہ کم درجے کا جرم تھا؟

لیکن قربان جایئے اس ادائے محبت پر! اپنے مجرم کا سوال آیا تو مہلت دے دی، لیکن محبوب کے مجرم کی تعزیر کے لیے ایک لمحے کا انتظار بھی روا نہیں رکھا گیا۔ پھر کہنے والے نے جو کچھ بھی کہا تھا اپنے بھتیجے کو کہا تھا۔ دنیا میں کتنے ہی چچا ہیں جو اس سے زیادہ سخت جملے اپنے بھتیجوں کے حق میں استعمال کیا کرتے ہیں۔ لیکن بھتیجے کی طرف سے جواب دینے کے لئے کون کھڑا ہوتا ہے سب تو یہی کہہ کر درگذر کرتے ہیں کہ یہ چچا کا حق ہے۔

لیکن یہ حق اپنے محبوب کے بارے میں قرآن ہرگز تسلیم نہیں کرتا وہ نہایت سختی کے ساتھ تنبیہ کرتا ہے کہ منصب رسالت کا احترام خون کے رشتوں کے احترام سے کہیں بالا تر ہے۔ اس لیے کسی کو بھی اجازت نہیں ہے کہ رشتوں کی زبان میں کوئی میرے محبوب سے گفتگو کرے۔ وہ پہلے میرا محبوب ہے، میرا مقتدر پیغمبر ہے، کائنات میں میرا نائب السلطنت ہے۔ میرے جلال و جمال کا آئینہ ہے اور میرے ہی فضل و کرم سے وہ میری قدرت و عظمت کا ایک بااختیار نمائندہ ہے۔ اس کے بعد وہ کسی کا باپ ہے، کسی کا بیٹا

ہے، کسی کا شوہر ہے اور کسی کا بھتیجہ ہے۔
میرے عطا کیے ہوئے منصب کا احترام سب کے لیے ضروری ہے۔ اس منصب کی بے حرمتی ایک لمحہ کے لیے بھی گوارہ نہیں کی جائے گی۔

ساتویں آیت کریمہ

شانِ نزول: مشہور دشمنِ اسلام عاص ابن وائل کے متعلق منقول ہے کہ ایک دن وہ مدتوں کی گلی سڑی اور نہایت بوسیدہ ہڈی ہاتھ میں لیے ہوئے سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے ہڈی کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"کیوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا خیال ہے کہ یہ ہڈی پھر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کی جائے گی۔ دنیا کا کوئی دانش مند آدمی بھلا کیا ایسی مضحکہ خیز بات کہہ سکتا ہے جیسی تم کہتے ہو۔ بھلا اس سڑی گلی اور بے جان ہڈی میں کس طرح زندگی کی واپسی کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ تمہارا اِصرار ہے کہ ایک کھلی ہوئی ناسمجھی کی بات پر لوگ جمع ہو جائیں، بھلا عقل و ہوش کی سلامتی کے ساتھ یہ بات ممکن ہو سکتی ہے؟"

ابھی وہ اپنی بات کہہ کر بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ حضرت روح الامین یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَہٗ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ ○ قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ ○ (پارہ۲۳، سورۂ یٰسٓ، آیات ۷۸،۷۹)

"(عقیدۂ حشر کا مذاق اُڑانے کے لیے) اس نے ایک مَثَل تراشی اپنی پیدائش (کا قصہ) بھول گیا۔ اس نے (طنز کرتے ہوئے) کہا کہ بوسیدہ ہو جانے والی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ آپ کہہ دیجئے کہ وہ (قادر و توانا خداوند) زندہ کرے گا جس نے پہلی بار اسے زندگی بخشی تھی اور وہ

اپنی تمام خلقت کو خوب جانتا ہے۔

تشریح: ذرا شانِ محبوبیت کا یہ جلوہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ سوال کرنے والے نے سوال کیا رسول سے، لیکن جواب دے رہا ہے خدائے کردگار، معزز رسول کے سامنے سوال کا یہ انداز قطعاً غیر مہذب اور ناشائستہ ہے۔ قرآن نے بھی جواب دیتے وقت سوال کے اس رُخ کو سامنے رکھا ہے۔

''اپنی پیدائش کا قصہ بھول گیا۔'' نخوت و برتری کا غرور توڑنے کے لیے یہ جملہ نشتر سے بھی زیادہ تیز ہے۔ آج جس زندگی کی توانائیوں سے تو شرابور ہے کل جس وقت تو ایک قطرۂ بے جان تھا، تو کس نے تجھے زندگی کا یہ فروغ عطا کیا۔

آدمی کی خُو یہ ہے کہ اپنی عجز و درماندگی کے ایام کی یاد کو وہ اپنے لیے باعث عار سمجھتا ہے۔ قرآن نے ایک جملے میں غرور کا سارا نشہ اُتار دیا کہ اس کی اصلیت یاد دِلا دی اور اس کے بعد اس بات کو کہ مرنے کے بعد جب ہڈیاں گل سڑ جائیں گی تو کون انہیں زندہ کرے گا۔ اتنی آسانی سے دماغ میں اتار دیا کہ عقلِ غلط اندیش منہ تکتی رہ گئی۔

اس دلیل کے سامنے سب کی زبان بند ہے کہ جس نے پہلی بار اسے زندہ کیا تھا وہی دوبارہ اسے زندہ کرے گا۔ مشکل کام تو پہلی بار کا تھا۔ کیونکہ بالکل عدم سے وجود میں لانا تھا۔ دوسری بار میں بہرحال ایک مادہ تو ہے۔ مانا کہ سڑا گلا ہے، لیکن معدوم تو نہیں ہے۔

آٹھویں آیت کریمہ

شانِ نزول: کہتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید ابن حارثہ نامی ایک عزیز صحابی کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا تھا۔ تقریباً ایک لاکھ صحابہ کرام میں یہ تنہا قابل رشک اعزاز کے حامل ہیں کہ قرآن مجید نے ان کا نام لیا ہے۔

جب یہ عہد شباب کو پہنچے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش نامی ایک معزز خاتون سے ان کا نکاح کردیا۔ آگے چل کر ان دونوں کے باہمی تعلقات ناخوشگوار ہوگئے اور تلخی یہاں تک بڑھی کہ علیحدگی کی نوبت آگئی۔

حضرت زینب کی عدت طلاق پوری ہوجانے کے بعد اچانک ایک دن جبریل امین یہ حکم الٰہی لے کر اُترے۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا ۝ (پارہ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۷)

زید کی حاجت براری کے بعد ہم نے آپ کا نکاح زینب سے کردیا۔

اس آیت کے نزول کے بعد وہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم سرا میں تشریف لائیں۔ اس اعزازِ خداوندی پر وہ ہمیشہ نازاں رہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے نکاح کا متولی خود پروردگار تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سارے جہاں میں یہ اعزاز انہی کے ساتھ مخصوص تھا۔

جونہی اس نکاح کی تشہیر ہوئی دشمنوں نے طعنہ دینا شروع کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے معاذ اللہ اپنے بیٹے کی منکوحہ کے ساتھ نکاح کرلیا ہے۔ خدائے کردگار نے اپنے محبوب کی طرف سے دشمنوں کے طعن کا یہ جواب نازل فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (پارہ۲۲ سورۃ الاحزاب، آیت ۴۰)

''محمد تم میں کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ وہ اللہ کے رسول اور سلسلۂ انبیاء کے خاتم ہیں اور اللہ ہر شئے کا جاننے والا ہے۔''

تشریح: یہ آیت کریمہ تازیانہ ہے ان لوگوں پر جو خدا کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھائی کا رشتہ جوڑتے ہیں، جب ان کے بارے میں باپ کا رشتہ خدا کو گوارہ نہیں ہے، تو بھائی کا رشتہ کیوں کر گوارا ہوگا؟ ان غفلت شعاروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ پیغمبر خود بھائی بننے نہیں آتا ہے بلکہ بھائی بنانے آتا ہے۔

ایمانی کیفیت سے لبریز ہوکر ذرا سوچیے کہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدا کے تعلقات کی نوعیت کتنی محبت انگیز ہے۔ قرآن نے رسول کی منصبی اور ذاتی حیثیت میں کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ غور کیجیے تو دشمنوں کا یہ اعتراض منصب رسالت پر

نہیں تھا۔ ذات رسول پر تھا۔ لیکن قرآن نے اپنے رسول کی وکالت میں اس الزام کا بھی ازالہ فرمادیا۔ یہیں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جولوگ رسول کی دوحیثیت متعین کرتے ہیں، پیغمبرانہ اور غیر پیغمبرانہ، وہ قرآن کے مزاج سے واقف نہیں ہیں۔

قرآن نے دشمنوں کے طعن کے جواب میں یہ کہہ کر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ ان کے فکری افلاس، ان کی غلط بیانی اور دروغ گوئی کا سارا پردہ چاک کردیا ہے۔

جب وہ کسی مرد کے باپ نہیں ہیں تو حضرت زید کو ان کا بیٹا قرار دینا بالکل سفید جھوٹ ہے۔ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے پر قیاس کرنا بھی کتنی بڑی جہالت ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ منہ بولا بیٹا احکام وتعلقات کی سطح پر بالکل اسی طرح اجنبی ہے جس طرح کوئی بھی بیگانہ آدمی ہوسکتا ہے۔ اس لیے اس کی منکوحہ کو صلبی اولاد کی منکوحہ کی طرح حرام قرار دینا عقل و دیانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ دنیا میں لاکھوں افراد ہیں جنہوں نے اپنی منہ بولی بہنوں سے شادی کی ہوگی۔ لیکن کون ان لوگوں پر زبانِ طعن دراز کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی بہنوں کو بیوی بنالیا۔ اس طرح کا اعتراض وہی کرسکتا ہے جس کے دماغ میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہو۔

نویں آیت کریمہ

شانِ نزول: بیان کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مجمع عام میں تقریر فرماتے تو کچھ ایسے مواقع بھی پیش آجاتے تھے کہ صحابہ کرام کو دوبارہ پوچھنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ اس مدعا کے لئے وہ ''راعنا'' کا لفظ استعمال کرتے تھے جس کے معنی ہیں حضور ہماری رعایت فرمایئے۔ یعنی ہمیں کھول کر اچھی طرح سمجھا دیجئے۔ لیکن یہودیوں کی زبان میں اس لفظ کے معنی نہایت توہین آمیز تھے۔ انہوں نے بھی مجمع عام میں اس لفظ کا استعمال شروع کردیا۔ فرق یہ تھا مسلمان اس لفظ کو بہتر معنی میں استعمال کرتے تھے۔ لیکن یہودی مذہب کے لوگ اس لفظ سے نہایت خراب معنی مراد

لیتے تھے۔ یہودیوں کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو دشمنی تھی اور جس طرح وہ ہمیشہ درپئے آزار رہا کرتے تھے۔ اس لفظ کے ذریعے انہیں اپنے دل کی بڑھاس نکالنے کا اچھا موقع مل گیا تھا۔ بڑی مشکل یہ تھی کہ یہی لفظ مسلمان بھی استعمال کرتے تھے فرق جو تھا وہ صرف دل کی نیتوں کا تھا اور ظاہر ہے کہ دل کی نیتوں پر کوئی قدغن نہیں لگایا جاسکتا۔

لیکن قربان جایئے اس ادائے رحمت پر جو قدم قدم پر اپنے محبوب کی عزت کی محافظ تھی۔ گستاخ دلوں کے لیے اتنی گنجائش بھی وہ گوارہ نہ کرسکی فوراً ہی آسمان سے یہ آیت نازل ہوئی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (پارہ۱، سورۃ البقرۃ، آیت۱۰۴)

اے ایمان والو! اب ''راعنا'' کہنا چھوڑ دو اور اس کی جگہ ''اُنْظُرْنَا'' (ہماری طرف نگاہ مبذول کیجئے) کہا کرو اور رسول کی باتیں غور سے سنو (اُن) کافروں کے لیے جو دل میں اہانتِ رسول کا جذبہ چھپائے رہتے ہیں نہایت دردناک عذاب ہے۔

تشریح: وہ شاخ ہی نہ رہے جس پہ آشیانہ ہو، اہلِ ایمان اس لفظ کا استعمال ہی چھوڑ دیں جس میں توہین کے معنی پیدا کرنے کے لیے کسی طرح کی بھی بعید از بعید گنجائش نکلتی ہو۔ اس سے بحث نہیں کہ وہ لفظ اپنے ماحول میں اس معنی کا متحمل ہے کہ نہیں۔ توہین کے پہلو کا اتنا احتمال بھی اس لفظ پر پابندی عائد کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔

محبوب کی شان میں توہین آمیز لفظ کا استعمال تو بڑی بات ہے۔ یہاں تو دل کا توہین آمیز ارادہ بھی ایک لمحے کے لیے گوارا نہیں ہے۔ اگرچہ ''راعنا'' کا لفظ اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے عربی زبان کا ایک نہایت شائستہ لفظ ہے۔ لیکن چوں کہ دشمن

اس لفظ کو اپنی شقاوت قلبی کی تسکین کا ذریعہ بنا لیتے ہیں اس لیے لفظ کا استعمال ہی ترک کر دیا جائے تاکہ دشمن کو لفظ میں معنوی تصرف کا بھی آئندہ موقع نہ مل سکے۔

اب رہ گیا سوال گستاخوں کی سزا کا تو سن لیں کہ آخرت میں دردناک عذاب ان کا مقدر ہو چکا ہے۔ کیوں کہ یہ دنیا دار الجزا نہیں ہے۔ اس لیے یہاں نہ کسی گستاخ کی زبان پکڑی جاسکتی ہے، نہ اس کا قلم تھاما جاسکتا ہے۔ یہاں خیر و شر کی دونوں راہیں کھلی ہیں، ان راہوں پر وہ جتنی دور تک جانا چاہے جاسکتا ہے۔ انعام و سزا کا مرحلہ تو آنے والی زندگی میں پیش آئے گا۔ لیکن اس دنیا میں ان لوگوں کا عبرتناک انجام ہی پیچھے پلٹ کر یہ لوگ دیکھ لیتے ہیں جنہوں نے محبوبانِ حق کے ساتھ ٹھٹھا کیا تھا تو کم از کم یہ سمجھ میں آجاتا کہ انبیا کے گستاخوں پر خدا کی رحمت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہے۔

ایک عبرتناک داستان

بات آگئی ہے تو اس آیت کے ضمن میں ایک نہایت عبرتناک داستان کا تذکرہ چھیڑنا چاہتا ہوں۔

تقریباً ایک صدی سے زائد کا عرصہ ہوا کہ ہندوستان میں تقویۃ الایمان، تحذیر الناس، حفظ الایمان اور فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ چند ایسی کتابیں لکھی گئیں جن کی عبارات اہانت رسول کے زہر سے شرابور تھیں۔ جب وہ کتابیں چھپ کر منظر عام پر آئیں تو مصنّفین اور ناشرین سے درخواست کی گئی کہ جس رسول کا تم کلمہ پڑھتے ہو ان کی معصوم روح کو اذیت نہ پہنچاؤ۔ بارگاہِ رسالت میں توہین کر کے تم نے اپنا رشتہ حلقۂ اسلام سے توڑ لیا ہے۔ پھر دوبارہ اسلام کی طرف آنا چاہتے ہو تو اپنی توبہ شرعیہ کا اعلان کرو اور ان ناپاک عبارتوں کو اپنی کتابوں سے نکال دو۔

بجائے اس کے کہ وہ دائمی ہلاکت کی منزل سے لوٹتے ان کی نخوتِ فکر نے ان کا دامن تھام لیا۔ نفس کے شیطان نے انہیں یہ پٹی پڑھائی کہ تم اپنی تقصیر کا اعتراف ہی

نہ کرو۔ تاویلوں کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ تمہاری عبارات سے جہاں کفر کی شراب ٹپکتی ہے وہاں اسلام کا بھی کوئی نہ کوئی پہلو تلاش کر ہی لیا جائے گا۔ بات بڑھتے بڑھتے اس منزل تک آگئی جہاں دوٹوک فیصلہ کے لیے کسی ثالث کی ضرورت پیش آتی ہے۔ چنانچہ اس مقدمہ کی پوری فائل حرمین طیبین کے علما، مشائخ، اساتذہ، محدثین، مفتیانِ مذاہب اربعہ اور مستند قضاۃ کے سامنے رکھ دی گئی۔ بالآخر مدتوں کے غور و فکر اور بحث و نظر کے بعد حجاز مقدس اور عالم اسلام کے تمام مفتیانِ شریعت اور مشائخ ہدایت نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ ان کتابوں میں کھلی ہوئی اہانتِ رسول ہے۔ توبہ کے علاوہ کوئی تاویل ان کتابوں کے مصنّفین کو آخرت کے دائمی عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

اب بھی موقع تھا کہ ان کتابوں کے مصنّفین، ناشرین اور معتقدین اپنی ان شقاوتوں پر متنبہ ہوتے اور اُلٹے پاؤں اسلام کی سلامتی کی طرف لوٹ آتے لیکن بُرا ہو نفس کے شیطان کا کہ وہ بے جا تاویلوں پر اتر آئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آتشِ صحرا کی طرح یہ چنگاری پھیلتی گئی اور اب آتش کدۂ نمرود کی طرح سارا ہندو پاک اس کے شعلوں میں جل رہا ہے۔

مدت ہوئی ان کتابوں کے مصنّفین اپنا اپنا انجام دیکھنے کے لیے اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ گئے۔ لیکن ان کے قلم کے نشتر سے مسلمانوں کا سینہ آج تک گھائل ہے۔ اور نہیں کہا جاسکتا کہ یہ زخم کب تک مُندمل ہوگا۔

آج بھی وہ دل آزار کتابیں چھپتی ہیں۔ آج بھی باطل قوتوں کی پناہ گاہوں میں بیٹھ کر دن دہاڑے محبوبِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حرمتوں کا قتل عام کیا جاتا ہے۔ یہ دنیا ہے یہاں سرکشی کے طوفان پر کوئی بند نہیں باندھا جاسکتا۔ یہاں فرعون و ابوجہل اور یزید و چنگیز جیسے باغیوں کو بھی جینے کی مہلت دی جاتی ہے۔

آج کی صحبت میں دیوبندی مسلک کے نمائندوں سے میں صرف اتنا کہنا

چاہتا ہوں کہ مذکورہ بالا کتابوں کی عبارتوں میں اگر بالفرض تم نے اسلام کا کوئی پہلو تلاش کر لیا ہے تو ''چشمِ ما روشن دلِ ما شاد۔'' لیکن اس حقیقت سے تو تم انکار نہیں کر سکتے کہ ان عبارات کا ایک رُخ اہانت رسول پر مشتمل ضرور ہے۔ کیوں کہ اگر ان عبارتوں میں اہانتِ رسول کا کوئی پہلو نہ ہوتا تو تاویل کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی؟

پس قرآن کی ہدایت کے موجب اگر ''رَاعِنَا'' کے لفظ پر صرف اس وجہ سے پابندی عائد کی جاسکتی تھی کہ اس لفظ میں دُشمنانِ رسول کے تئیں اہانت کا کوئی پہلو نکل سکتا تھا تو اسی قانون کی روشنی میں کیا اُن کتابوں پر پابندی عائد نہیں کی جاسکتی کہ جن کی عبارتوں میں اہانت رسول کا واضح پہلو موجود ہے۔

لیکن باور کیجیے کہ قرآن پر صحیح ایمان ہوتا، حُبِّ رسول کی کچھ بھی غیرت ہوتی اور خدا کی خوش نودی کا ذرا بھی پاس ولحاظ ہوتا تو اہانت انگیز کتابوں کو کب کا دریائے شور میں نابود کر دیا گیا ہوتا۔ تاکہ دنیائے اسلام میں بے چینیوں کی جو آگ سلگ رہی ہے وہ بُجھ جاتی اور جو لوگ آج اہلِ عشق ومحبت کی ٹھوکروں میں بھی جگہ پانے کے قابل نہیں ہیں۔ وہ سروں پر بیٹھتے اور دلوں پر حکومت کرتے اور اس طرح وہ لوگ علمائے دین کا صحیح مقام حاصل کر لیتے۔

دسویں آیت کریمہ

شانِ نزول: کہتے ہیں کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان کھیت میں پانی پٹانے پر جھگڑا ہو گیا۔ یہودی کا کھیت پہلے پڑتا تھا۔ منافق کا کھیت اس کے بعد تھا۔ یہودی کا کہنا تھا کہ پہلے میرا کھیت سیراب ہوگا۔ تب تمہارے کھیت میں پانی جانے دوں گا۔ منافق کا اصرار تھا کہ پہلے میں اپنے کھیت کو سیراب کروں گا اس کے بعد تمہارے کھیت میں پانی جائے گا۔

جب یہ جھگڑا کسی طرح طے نہ ہو سکا تو کسی ثالث کے ذریعے فیصلہ کرانے کی بات ٹھہری۔ یہودی نے کہا کہ میں تمہارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کو اپنا ثالث

مانتا ہوں ان سے اختلاف کے باوجود مجھے یقین ہے کہ وہ حق کے سوا کسی کی بھی پاسداری نہ کریں گے؛ منافق نے یہ سوچ کر کہ یہودی کے مقابلہ میں یقیناً وہ میری رعایت کریں گے۔ کیونکہ میں اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہوں، یہودی کی پیش کش قبول کر لی۔

چنانچہ یہودی اور منافق دونوں اپنا مقدمہ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں فریق کا الگ الگ بیان سنا۔ نزاع کی تفصیل یہ واضح کر رہی تھی کہ حق یہودی کے ساتھ ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ سُنا دیا۔

یہودی فرحاں وشاداں وہاں سے اُٹھا اور باہر آکر منافق سے کہا کہ اب تو میرے حق سے تمہیں انکار نہ ہوگا۔ منافق نے منہ لٹکائے پیشانی پر بَل ڈالے جواب دیا کہ میں یہ فیصلہ تسلیم نہیں کرتا۔ میرے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ تمہیں منظور ہو تو ہم اپنا مقدمہ حضرت عمر کے پاس لے چلیں وہ صحیح فیصلہ کریں گے۔ یہودی نے جواب دیا۔ تم جس سے بھی فیصلہ کراؤ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اپنی جگہ پر بحال رہے گا۔

چنانچہ دونوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دولت کدۂ اقبال پر حاضر ہوئے۔ منافق نے مقدمہ کی تفصیل بتاتے ہوئے اس بات کی بار بار تکرار کی کہ میں مسلمان ہوں اور یہ یہودی ہے، مذہبی عناد کی وجہ سے یہ مجھے نقصان پہنچانا چاہتا ہے، منافق کا بیان ختم ہوا۔ تو یہودی صرف اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

''یہ صحیح ہے کہ میں یہودی ہوں اور یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ لیکن سن لیا جائے کہ جو مقدمہ یہ آپ کے پاس لے کر آیا ہے۔ اس کا فیصلہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں کر دیا ہے۔ یہ مسلمان ہو کر کہتا ہے کہ مجھے ان کا فیصلہ تسلیم نہیں ہے۔ یہ اپنے نمائشی اسلام کی رشوت دے کر آپ سے رسولِ خدا کے خلاف فیصلہ کرانے آیا ہے۔ اب آپ کو اختیار ہے جو فیصلہ چاہیں کر دیں۔''

یہودی کا یہ بیان سن کر فاروق اعظم کی آنکھیں سُرخ ہوگئیں۔فرط جلال سے چہرہ تمتما اُٹھا۔عالمِ غیظ میں منافق سے صرف اتنا دریافت کیا کہ ”کیا یہودی کی بات صحیح ہے؟“

منافق نے دبی زبان سے اعتراف کیا کہ اس نے ٹھیک ہی کہا ہے۔

منافق پر بغاوت کا جُرم ثابت ہوگیا۔فاروق اعظم کی عدالت میں ایک مرتد کی سزا کے لیے اب کوئی لمحۂ انتظار باقی نہیں تھا۔اسی عالم قہر وغضب میں اندر تشریف لے گئے۔دیوار سے لگی ہوئی ایک تلوار لٹک رہی تھی اُسے بے نیام کیا۔قبضے پر ہاتھ رکھے ہوئے باہر نکلے۔فرط ہیبت سے منافق کی آنکھیں جھپک کر رہ گئیں۔

غیرت جلال میں ڈوبی ہوئی ایک آواز فضا میں گونجی......

”حاکمِ ارض وسماوات کے فیصلے کا منکر، اسلام کا کھلا ہوا باغی ہے اور اس کے حق میں عمر کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے۔“

یہ کہتے ہوئے ایک ہی وار میں منافق کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ایک لمحے کے لیے لاش تڑپی اور ٹھنڈی ہوگئی۔

اس کے بعد مدینے میں ایک بھونچال سا آگیا۔یہ خبر بجلی کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی۔چاروں طرف سے منافقین غول در غول دوڑ پڑے۔گلی گلی میں یہ شور برپا ہوگیا کہ حضرت عمر نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا...... دشمنانِ اسلام کی بن آئی تھی۔اپنی جگہ اُنھوں نے یہ بھی پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ اب تک تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں کی تلواریں صرف مشرکین کا خون چاٹتی تھیں۔لیکن اب خود مسلمان بھی ان کے وار سے محفوظ نہیں ہیں۔

بات پہنچتے پہنچتے آخر کار سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ تک پہنچی۔مسجد نبوی کے صحن میں سب لوگ جمع ہوگئے۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طلبی ہوئی غیرتِ حق کا تیورا ابھی تک اُترا نہیں تھا۔آنکھوں میں جلالِ عشق کا خمار لیے ہوئے حاضرِ

بارگاہ ہوئے۔سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

”کیوں عمر! مدینے میں یہ کیسا شور ہے؟ کیا تم نے کسی مسلمان کو قتل کر دیا ہے؟“

جذبات کے تلاطم سے آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔دل کا عالم زیر وزبر ہو رہا تھا بزم جاناں میں پہنچ کر عشق کی دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی تھی۔بے خودی کی حالت میں کھڑے ہوکر جواب دیا۔”عمر کی تلوار کسی مسلمان کے خون سے کبھی آلودہ نہیں ہوگی۔میں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس نے آپ کے فیصلے سے انکار کر کے اپنی جان کا رشتہ حلقۂ اسلام سے توڑ لیا تھا۔“

اپنی صفائی پیش کر کے حضرت فاروق اعظم ابھی بیٹھے ہی تھے کہ فضا میں شہ پر جبریل کی آواز گونجی۔اچانک عالمِ غیب کی طرف سرکار کی توجہ منعطف ہوگئی۔دَم کے دَم میں محفل کا رنگ بدل گیا۔حضرت روح الامین نے خدائے ذوالجلال کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدمے کا فیصلہ سُنایا۔وہی جواب جو فاروق اعظم نے دیا تھا۔اس آیتِ قرآنی میں ہمیشہ کے لیے ڈھل گیا۔حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کی زبان پر کلام کرتا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

(پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۶۵)

قسم ہے آپ کے پروردگار کی کہ وہ اس وقت تک مسلمان ہی نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں وہ آپ کو اپنا حکم نہ مان لیں اور پھر جب آپ ان کا فیصلہ کر دیں تو وہ اپنے دلوں میں کسی طرح کی خلش نہ محسوس کریں اور آپ کا فیصلہ کھلے دل سے تسلیم کر لیں۔

تشریح: یہ آیت اپنے موقعۂ نزول کی روشنی میں مندرجہ ذیل امور کو خوب اچھی

طرح واضح کرتی ہے۔

۱-کلمہ اور اسلام کی نمائش کسی کو بھی بغاوت کی سزا سے نہیں بچا سکتی۔ مدنی تاجدار (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سرکار میں ذرا سی گستاخی بھی یک لخت اسلام کا وہ سارا استحقاق چھین لیتی ہے جو کلمہ پڑھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

۲-پیدائشی طور پر جو لوگ اسلام سے بے گانہ ہیں اور جنھوں نے کبھی بھی اپنے آپ کو کلمۂ طیبہؔ سے وابستہ نہیں کیا ہے۔ ان کے وجود کو کسی نہ کسی حالت میں یقیناً برداشت کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اپنے اسلام کا اعلان کر دینے کے بعد جو منکر ہو گئے یا اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے جنھوں نے نبی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز رویہ اختیار کیا۔ اُنھیں ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔ اسلام کی زبان میں وہ مرتد ہیں۔ ان کا حال بالکل اس دوست کی طرح ہے جو رگِ جاں سے قریب ہو جانے کے بعد یک بیک دغا دے دے۔ کسی بیگانے کو تو گلے لگایا جاسکتا ہے۔ لیکن ایسے دوست کے منہ پر کوئی تھوکنا بھی گوارا نہیں کرے گا۔

انسان کی یہ عالم گیر فطرت ہے۔ ہر شخص کی زندگی میں اس طرح کی دو چار مثالیں ضرور مل سکتی ہیں۔ لیکن ماتم یہ ہے کہ فطرت کا یہ تقاضا انسان اپنے بارے میں تو تسلیم کرتا ہے لیکن خدا اور رسول کے معاملے میں فطرت کا یہ تقاضا فراموش کر دیتا ہے۔

یہ اسلام و عقل کی فطرت ہی تو تھی کہ جس فاروقِ اعظم نے بڑے بڑے کافرانِ دنیا کو زندگی کا حق دیا۔ وہی فاروقِ اعظم آج کلمۂ اسلام سے برگشتہ ہو جانے والے مرتد کو ایک لمحہ بھی زندہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔

۳-اس آیت سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ کفر و ارتداد کچھ توحید و رسالت یا مذہب اسلام سے کھلم کھلا انکار پر ہی منحصر نہیں ہے یہ بھی انکار ہی کے ہم معنی ہے کہ خدا کو اپنا خدا، یا رسول کو اپنا رسول اور اسلام کو اپنا اسلام کہتے ہوئے کسی بھی رُخ سے منصب رسالت کی تنقیص کر دی جائے۔

اُن کی پاکیزہ زندگی کا اگر بے غبار آنکھوں سے مطالعہ کیا جائے تو ہزاروں واقعات شہادت دیں گے کہ جب تک وہ زندہ رہے نبی کے قدموں کے نیچے ان کے دل بچھے رہے۔ دین و دنیا کی ساری کامرانیوں اور ارجمندیوں کو اُنھوں نے اپنے حبیب کے دامن سے اس طرح باندھا تھا کہ کسی گرہ کا کھلنا تو بڑی بات، ڈھیلی تک نہیں ہوئی۔

اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے راستے میں اگر اپنا لاڈلا بیٹا بھی حائل ہو گیا تو اُن کی غیرت عشق کی تلوار نے اُسے بھی معاف نہیں کیا۔ ان کی دوستی اور دُشمنی کا محور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس پیشانی پر اُبھرتی ہوئی لکیروں، اور چہرۂ تاباں کی مسکراہٹوں کے گرد ہمیشہ گھومتا رہتا تھا۔ ایمان کے اس تقاضے کے ساتھ ان کی زندگی کا یہ پیمان کبھی نہیں ٹوٹ سکا کہ جو نبی کا ہے وہی ان کا ہے اور جو نبی کا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ اُن کا کوئی رشتہ نہیں چاہے خواہ خون ہی کی خمیر سے وہ رشتہ کیوں نہ وجود میں آیا ہو۔

گیارھویں آیت کریمہ

شانِ نزول: منقول ہے کہ ایک موقع پر سرکارِ والا تبار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت عمر فاروق اور دوسرے صحابہ موجود تھے کسی معاملہ پر حضور ان سے مشورہ فرما رہے تھے۔ بات آگے بڑھی اور گفتگو کا سلسلہ دراز ہو گیا یہاں تک کہ ایک موقع پر بات کی رَو میں ان بزرگوں کی آواز بلند ہو گئی۔ خدائے کردگار کو اپنے محبوب کی جناب میں یہ انداز گفتگو سخت ناپسند ہوا۔ غلاموں کے انتباہ کے لیے فوراً ہی یہ ہدایت نامہ نازل فرمایا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ ۝ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (پارہ ۲۶، سورۃ الحجرات، آیت ۲)

نادان بندوں کو ان کے دربار کا ادب سکھلاتا ہے اور کہاں یہ ناچیز بندے جنھیں تعظیم کے لیے صرف کھڑے ہونے میں کسرِ شان نظر آتی ہے۔

بارھویں آیت کریمہ

شانِ نزول: کہتے ہیں کہ عین دوپہر کے وقت بے تاب شیدائیوں کا ایک وفد مسجد نبوی کے دروازے پر پہنچا۔ وہ بہت دور دراز کے ایک قبیلے سے آیا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہونے کا اضطراب شوق یہاں تک کھینچ لایا تھا۔

جن اونٹوں پر وہ سوار تھے اُنہیں بٹھا بھی نہ پائے تھے کہ وہیں سے کھڑے کھڑے دریافت کیا۔

”نبی آخرالزماں اس وقت کہاں ملیں گے؟“

لوگوں نے جواب دیا:”وہ اپنے کاشانہ رحمت میں آرام فرما رہے ہوں گے۔“

بس اتنا سننا تھا کہ بے تابیِ شوق میں وہیں سے نیچے کود پڑے اور سرکار کے دولت سرائے عزت پر کھڑے ہوکر آواز دینا شروع کیا۔ ان کی آواز پر حضور کچی نیند اُٹھ گئے۔ باہر تشریف لائے اور اُنہیں دولت ایمان سے فیض یاب کیا۔

ابھی اس محفل نور سے اُٹھے بھی نہ تھے کہ حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام خدائے ذوالجلال کی طرف سے آیت کریمہ لے کر نازل ہوئے۔

آیت کا مضمون پڑھنے کے بعد بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سلطانِ کائنات نے اپنے نائب السلطنت کے دربار میں حاضری کے آداب سکھانے کے لیے اپنی رعایا کے نام ایک فرمان جاری کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (پارہ ۲۶، سورۃ الحجرات، آیت ۴، ۵)

محبوب! جو لوگ کمروں کے باہر کھڑے ہوکر آپ کو آواز دے رہے ہیں ان میں زیادہ تر ایسے ہیں جو (منصب نبوت کے آداب سے) نابلد ہیں۔ اگر وہ صبر کے ساتھ آپ کی تشریف آوری کا انتظار کرتے تو یہ ان کے حق میں کہیں بہتر ہوتا اور (چونکہ اس نادانی کا ارتکاب جذبۂ شوق کی وارفتگی میں ان سے ہوا ہے) اللہ بخشنے والا مہربان ہے اپنی رحمتوں سے وہ انہیں معاف کردے گا۔

تشریح: رشتۂ محبت کی نزاکت ملاحظہ فرمائیے۔ نبی کا منصبی فریضہ ہے کہ وہ لوگوں کو خدائے واحد کا پرستار بنائے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ کلمۂ توحید کا اشتیاق لے کر پیغمبر کی چوکھٹ تک آئے ان کی بے قراری قطعاً ایک ایسے فرض کے لیے ہے کہ جس کا تعلق منصبِ نبوت سے بھی ہے۔ اس کے لیے آج وہ خود آواز دے رہے ہیں آواز کے پیچھے مقصد کی ہم آہنگی سے کون انکار کرسکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود خدائے کردگار کے تئیں یہ کام محبوب کے خوابِ ناز سے زیادہ اہم نہیں ہوسکتا۔ دونوں جہان کا چین جس کی راحت جاں سے وابستہ ہے۔ اس کے آرام میں خلل ڈالنے کے معنی سوا اس کے اور کیا ہیں کہ پوری کائنات کی آسائش کو چھیڑ دیا جائے۔

پھر وارفتگیِ شوق کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں ہے کہ آداب عشق کی ان حدود سے کوئی تجاوز کرجائے جہاں تنقیصِ شان کا شبہ ہونے لگے۔

عرب کا ذرہ نواز تمہیں اپنے پہلو میں بٹھا لیتا ہے تو اس احسانِ بے پایاں کا شکر ادا کرو کہ ایک پیکرِ نور سے خاکساروں کا رشتہ ہی کیا؟ اور ایک لمحہ کے لیے بھی اسے نہ بھولو کہ وہ روئے زمین کا پیغمبر ہی نہیں ہے۔ خدائے ذوالجلال کا محبوب بھی ہے۔

ان کی بارگاہ کے حاضر باش شیوۂ ادب سیکھیں۔

پیکرِ بشری سے دھوکہ نہ کھائیں۔ اپنے وقت کا سب سے بڑا زاہد اسی تقصیر پر عالمِ قدس سے نکالا گیا تھا۔ فرزندان آدم کو غفلت سے چونکانے کے لیے تعزیراتِ الٰہی کی یہ

پہلی مثال کافی ہوگی کہ محبوب کے دامن سے مربوط ہوئے بغیر خدا کے ساتھ بندگی کا بھی
کوئی رشتہ قابل اعتنا نہیں ہوسکتا۔

تیرھویں آیت کریمہ

شانِ نزول: مدینے کے منافقین کا تذکرہ آپ پچھلے اوراق میں پڑھ چکے ہیں کہ
وہ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے دلوں میں کیسا بغض وعناد رکھتے تھے
اور اوپر سے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو کس طرح دھوکہ دیتے تھے۔ نماز پنج گانہ
میں بھی حاضر ہوتے اور مجاہدین کے لشکر میں بھی شریک رہتے تھے۔ دین کے معاملے
میں ان کی یہ دوغلی پالیسی صرف اس لیے تھی کہ مُسلمان انھیں اپنا سمجھیں اور کفار و
مشرکین کے خلاف جو خفیہ منصوبے تیار کیے جاتے ہیں وہ انھیں معلوم ہوجایا کریں۔
کیوں کہ اوپر سے وہ اسلام اور مُسلمانوں سے دوستی کا دَم بھرتے تھے اور اندر سے
دشمنانِ اسلام کے ساتھ اُن کا خُفیہ سَاز باز تھا۔

اِنہی منافقین کے ساتھ ابو عامر فاسق نام کے ایک انصاری کا بہت گہرا تعلق تھا۔
یہ غزوۂ خندق تک ہر لڑائی میں دُشمنوں کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ برسَرِ پیکار رہا۔ جب غزوۂ خندق میں کفار ومشرکین کو شکست ہوگئی تو وہ ملک شام
کی طرف بھاگ گیا۔ اور وہاں سے اس نے مدینہ کے منافقین کو کہلا بھیجا کہ جب تک
مسلمانوں میں پھوٹ نہیں ڈالی جائے گی، پیغمبر اسلام کی عسکری طاقت کمزور نہیں ہوسکے
گی۔

اس لیے تم لوگ مدینہ میں ایک علیحدہ مسجد تعمیر کرو اور پیغمبر اسلام کے خلاف
تخریبی سازشوں کے لیے اُسے ایک محفوظ اڈّے کے طور پر استعمال کرو۔ مسجد کی وجہ
سے مُسلمانوں کے لیے اس شبہے کی گنجائش بھی نہیں رہے گی کہ تم لوگ ان کی جماعتی
قوت توڑنے کے لیے کوئی خفیہ مرکز بنارہے ہو۔ مسلمانوں میں پھُوٹ ڈالنے اور اُن
کی قوتِ جہاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے اس سے بہتر اور کوئی حیلہ نہیں ہے کہ نماز کے

نام پر تم انھیں اپنی مسجد میں لاؤ اور رفتہ رفتہ پیغمبر کی طرف سے ان کے دلوں میں اس
طرح کے شکوک وشبہات پیدا کردو کہ ان کی والہانہ عقیدت میں فتور پیدا ہوجائے اور
پیغمبر کے گرد جان دینے والوں کی جو ایک مضبوط فصیل کھڑی ہے وہ جگہ جگہ سے ٹوٹ
جائے۔ اس نے یہ اطلاع بھی بھیجی کہ میں قیصرِ روم کے پاس جارہا ہوں اور کوشش
کررہا ہوں کہ ایک نا قابلِ تسخیر سپاہ کے ساتھ مدینے پر چڑھائی کرادوں۔ تم لوگ
سَامانِ حرب کے ساتھ تیار رہنا۔

چنانچہ ابو عامر فاسق کے مشورے پر مدینے کے منافقین نے قُبا نام کے محلّے میں
چپکے سے ایک مسجد کی بنیاد رکھ دی۔ جب مسجد بن کر تیار ہوگئی تو منافقین کے چند سرغنے
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت ادب کے ساتھ
عرض کیا کہ مسجد نبوی شریف ہمارے محلّہ سے کافی فاصلے پر ہے اس لیے ہم لوگوں نے
اپنے محلّے کے بوڑھوں اور معذور لوگوں کے لیے قریب ہی میں ایک مسجد کی تعمیر کر لی
ہے۔ ہماری اور تمام نمازیوں کی دلی خواہش ہے کہ حضور اس مسجد میں تشریف لے
چلیں اور دوگانہ پڑھ کر اس کا افتتاح فرمادیں تاکہ آپ کے قدموں کی برکت سے
ہماری نمازیں خدا کے دربار میں درجۂ قبول کو پہنچ جائیں۔

ان کا یہ معروضہ تو صرف دکھاوے کا تھا ورنہ در اصل ان کی نیت یہ تھی کہ جب
حضور اُس مسجد میں نماز پڑھ لیں گے تو اُسے سَندِ قبول حاصل ہوجائے گی اور عام
مسلمانوں کو بھی اس مرکز میں آنے سے کوئی عذر نہ ہوگا۔

حضور نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں تو ابھی تبوک کے سفر پر جارہا ہوں جو
روم کی سرحد پر واقع ہے وہاں عیسائیوں کے ساتھ ایک بہت بڑا معرکہ درپیش ہے۔
جب میں وہاں سے واپس آؤں گا تو ان شاء اللہ تمہاری مسجد میں چلوں گا۔ جب حضور
اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دومہینے پر غزوۂ تبوک کی مہم سے واپس لوٹے اور مدینہ
منورہ کے قریب پہنچے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام یہ آیت کریمہ لے کر نازل

ہوئے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۔

(پارہ۱۱، سورۃ التوبہ، آیات ۱۰۷، ۱۰۸)

اور وہ لوگ جنھوں نے ایک مسجد بنائی ہے تاکہ مُسلمانوں کو ضرر پہنچائیں اور وہاں سے کُفر پھیلائیں اور مسلمانوں میں پھُوٹ ڈالیں۔ اور اُس شخص کے واسطے اُسے کمین گاہ بنائیں جو پہلے سے خدا و رسول سے لڑ رہا ہے۔ وہ قسم کھا کر یقین دلائیں گے کہ مسجد کی تعمیر سے ان کا مقصد سوا بھلائی کے اور کچھ نہیں ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ آپ ہرگز ان کی مسجد میں نہ جائیں۔

اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد حضور پیکرِ نور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو اپنے دو صحابی حضرت مالک ابن دخشم اور حضرت معن ابن عدی عجلانی کو حکم دیا کہ وہ مسجد ضرار ہے اُسے جا کر گرا دو اور جلا دو۔

(حوالہ کے لیے دیکھئے تفسیر درمنثور اور وفاء الوفاء)

تشریح: اپنے دماغ کا دروازہ کھول کر دل کی طہارت کے ساتھ اگر آپ اس آیت کریمہ کا مطالعہ کریں گے تو وحی الٰہی کی روشنی میں عشق و ایمان کے بہت سارے حقائق آپ پر روشن ہوں گے۔

(۱) سب سے پہلی بات تو آپ پر یہ منکشف ہوگی کہ نبی کی طرف سے مسلمانوں کو بدعقیدہ بنانے کے لیے منافقین کھلی مخالفت کا راستہ نہیں اختیار کرتے بلکہ نماز اور اصلاح کے نام پر وہ مسجدوں کو اپنے خفیہ مشن کا مرکز بناتے ہیں۔ اور وہاں سے دین کے نام پر بے دین بنانے کی مہم چلاتے ہیں۔

(۲) دوسری بات یہ بھی معلوم ہوگی کہ وہ کھلے بندوں اس کا اظہار نہیں کرتے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسلمانوں کو بدعقیدہ بنانا ان کے تبلیغی مشن کا مقصد ہے بلکہ قسمیں کھا کھا کر وہ یقین دلاتے ہیں کہ ہمارا مقصد صرف مسلمانوں کی اصلاح ہے۔

(۳) تیسری بات یہ معلوم ہوگی کہ نبی کی عظمت کو مجروح کرنے والا کوئی مشہور باغی ضرور ان کی پُشت پر ہے اور مسلمانوں میں اس کی ایمان سوز تعلیمات پھیلانے کے لیے وہ مسجدوں کو کمین گاہوں اور چھاؤنیوں کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

(۴) چوتھی بات یہ معلوم ہوگی کہ مسجدوں میں تبلیغی مرکز کے قیام سے ان کا بنیادی مقصد مسلمانوں میں عقیدے کی تفریق پیدا کر کے ان کے درمیان پھُوٹ ڈالنا ہے۔

(۵) پانچویں بات یہ معلوم ہوگی کہ اللہ کے نزدیک نہ ان کی مسجد، مسجد ہے اور نہ ان کی نماز، نماز! اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے پیغمبر کو وہاں جانے سے نہیں روکتا اور نہ پیغمبر اس کو منہدم کرنے اور جلانے کا حکم دیتے۔

(۶) چھٹی بات یہ معلوم ہوگی کہ مسجد اور نماز کے نام پر مسلمانوں کو ہرگز دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔ کیوں کہ جب ان کی مسجد میں جانے سے خدا نے اپنے پیغمبر کو روک دیا تو اہل ایمان کو ان کی اُس رسول دشمن تحریک میں شامل ہونا کیوں کر درست ہوگا؟ جس کی تکمیل کے لیے انھوں نے مسجد بنائی۔

(۷) ساتویں بات یہ معلوم ہوگی کہ جہاں بھی نبی کی بغاوت کے لیے کوئی مرکز قائم ہو؛ چاہے قائم کرنے والے نام کے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں، وفادار اُمت پر لازم ہے کہ وہ پوری قوت کے ساتھ ان کی مخالفت کریں اور ان کے ناپاک مقصد کو بے نقاب کر کے مسلمانوں کو ان کے شر سے بچائیں۔

ان ساری تفصیلات کے بعد مجھے مسلمانوں سے صرف اتنا کہنا ہے کہ اس آیت

کریمہ کی روشنی میں نہایت ہوش مندی کے ساتھ وہ اُن تبلیغی مراکز کا جائزہ لیں جو کلمہ ونماز کے نام پر آج مسجدوں میں چلائے جا رہے ہیں، انھیں صرف باہر ہی سے نہیں اندر سے بھی دیکھیں۔ اس رُخ سے بھی دیکھیں کے کن مشہور گستاخوں کے چہرے ان کے پیچھے ہیں۔ پیشانیوں پر صرف سجدوں کا داغ ہی نہ دیکھیں کہ یہ نشان منافقین کی پیشانی پر بھی تھا بلکہ یہ بھی دیکھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے دلوں کا کیا حال ہے؟

یہ بھی معلوم کریں کہ جانے والے چلّوں میں جاتے وقت تعظیم رسول اور عقیدت اولیا کا جو جذبہ اپنے ساتھ لے کر گئے تھے وہ راستے میں کہاں لُٹ گیا۔ اُن آبادیوں کو بھی دیکھیں کہ جہاں ان کے پہنچنے سے پہلے دینی اتحاد تھا ان کے پہنچنے کے بعد وہاں مسلمانوں میں پھُوٹ کیوں پڑ گئی۔

اس کے بعد فیصلہ کریں کہ ان حالات میں قرآن کی یہ آیت کریمہ ہم سے اور آپ سے کیا کہتی ہے۔ جب خاص عہدِ رسالت میں کفر ونفاق کا اتنا بڑا جال بچھایا جا سکتا ہے تو آج کے دورِ فریب کا کیا پوچھنا؟ خدا ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

آقائے کائنات ﷺ

﴿قرآن کی روشنی میں﴾

مصنف
خطیبِ مشرق پاسبانِ ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ

مرکزی مجلس رضا، لاہور

آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

﴿قرآن کی روشنی میں﴾

(۱)عقیدہ:

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خلق کے ہادی ہیں آپ کا دین اسلام سچا ہے اور تمام دینوں پر غالب اور سارے مذاہب کا ناسخ ہے۔اللہ تعالیٰ نے خود آپ کی رسالت کی گواہی قرآن کریم میں دی۔

آیت:هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۵ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط ترجمہ:۔وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

خلاصۂ تفسیر: جلالین میں كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا کی تفسیر یوں ہے اِنَّكَ مُرْسَلٌ بِمَا ذُكِرَ یعنی اللہ کافی ہے گواہ ان تمام امور کا جو اس آیت میں مذکور ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے بھیجے ہوئے رسول ہادی ہیں آپ کا دین سچا ہے اور تمام دینوں پر غالب ہے۔

(۲)عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بنا کر بھیجا

آیت:قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۵ ترجمہ۔بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب خلاصہ تفسیر مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ کی تفسیر جلالین میں یوں ہے:هُوَ النَّبِیُّ صلی اللّٰه علیه وسلم یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی ہے اللہ کی طرف سے نور ہیں۔

(۳)عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا معجزہ ہیں:

آیت:قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ترجمہ: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی۔

خلاصۂ تفسیر: واضح دلیل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جن کی سچائی پر ان کی بے شمار معجزات دلیل ہیں جیسا کہ تفسیر جلالین میں ہے وهو النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی بُرهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ سے مراد حضور ہی کی ذات ہے۔

(۴)عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سارے جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور ساری کائنات میں افضل و اشرف ہیں

آیت:وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ط ترجمہ اور ہم نے تمہیں سارا جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا خلاصہ تفسیر آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً سارے جہانوں کے لئے رحمت کہا گیا ہے۔ملک انس وجاں ومومنین کافریں سبھوں کے لئے حضور رحمت ہیں اور آپ کی رحمت عام جامع کامل وشامل ہے۔تمام اجسام اور ارواح کو تمام ذوی القعول وغیرہ ذوی القعول کو اور جوذات کہ تمام عالمین کے لئے رحمت ہو ضروری اور لازم ہے کہ وہ تمام عالمین میں افضل و اشرف ہو۔

۵)عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں آیت۔وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (پ۲۲ع۲) ترجمہ:ہاں اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں میں پچھلے۔

خلاصہ تفسیر نبوت آپ پر ختم کی نبوت کے بعد شرعاً کسی کو نبوت نہیں مل سکتی حتیٰ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پا چکے ہیں مگر نزول

کے بعد شریعت محمدیہ پر عامل ہوں گے اور اسطرح شریعت پر حکم کریں گے اور آپ ہی قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف نماز پڑھیں گے حضور کا آخر الانبیاء ہونا قطعی ہے جو حضور کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے وہ ختم نبوت کا منکر اور کافر خارج از سلام ہے۔

۶)عقیدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفارش فرمادیں تو بارگاہ رب العزت میں بندہ کی معافی قبول ہے

آیت: وَلَو اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُ اللّٰهَ وَسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۵ ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی سفارش فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

خلاصۂ تفسیر اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہ الٰہی میں رسول اللہ کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت کار برآری کا ذریعہ ہے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی حاضرِ اقدس ہوا اور روضہ شریف کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْظَّلَمُوْا الخ میں نے بیشک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا تو میرے رب سے گناہ کی بخشش کرائیے اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی۔

مسئلہ: قبر پر جانا حاجت کے لئے جانا بھی جَـــآؤُكَ میں داخل ہے اور خیر القرون کا معمول۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لئے اس کے مقبولوں کو وسیلہ

بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔

مسئلہ: بعد وفات مقبولان حق کو یا کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے مسئلہ مقبولان حق مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔

(۷)عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی بات بتانے میں بخیل نہیں ہیں

آیت: وَمَا ھُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ (پ۳۰۔۶ع) ترجمہ:۔اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں خلاصۂ تفسیر اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی غیب بتانے میں چاہے وحی ہو یا آسمانی خبریں بخیل نہیں ہیں۔

۸)عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن کے جاننے والے ہیں:

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ۵ (پ۵۔ع۱۴) ترجمہ:۔اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

خلاصہ تفسیر: اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے اور کتاب وحکمت کے اسرار وحقائق پر مطلع کیا یہ مسئلہ قرآن کریم کی بہت سی آیات اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔

(۹)عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مومن کے اسکی جان سے زیادہ مالک ہیں اور ان کی ازواجِ مطہرات اُمت کی مائیں ہیں

آیت: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّھَاتُھُمْ ترجمہ: یہ نبی مسلمانوں کا انکی جان سے زیادہ مالک ہے اور اسکی بی بیاں انکی مائیں ہیں۔

خلاصہ تفسیر: تمام مومنین پر نبی کا حکم نافذ اور ان کی اطاعت واجب اور نبی کے

حکم کے مقابل اپنی نفس کی خواہش کو ترک کر دینا ضروری ہے چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنین پر ان کی جانوں سے زیادہ لطف وکرم رحمت ورافت فرماتے ہیں اور باپ سے زیادہ شفقت کرتے ہیں اسلئے انکی بی بیاں مومنین کی مائیں ہیں اور انکی تعظیم واحترام اور حرمت نکاح اسی طرح ہے جس طرح ماں کی۔

۱۰) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر ہیں اور انکی تعظیم وتوقیر ہر مسلمان پر واجب ہے آیات:

اِنَّـآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۵ لِتُؤْمِنُوْا بِااللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۵

ترجمہ:۔ بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

خلاصۂ تفسیر: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر امت کے احوال واعمال منکشف ہیں اور روز قیامت گواہی دیں گے۔

۱۱) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی سارے اعمال کو اکارت کر دیتی ہے

آیت: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! رَاعِنَا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

خلاصہ تفسیر آیت میں لفظ راعنا کہنے کو مسلمانوں کو ممانعت کی گئی ہے اور انْظُرْنَا کہنے کا حکم دیا گیا۔ صحابہ سرکار سے وعظ کے دوران راعنا عرض کرتے تھے جس کا لغوی معنیٰ ہے ''ہمارے حال پر رعایت فرمائیے مگر یہودی کی لغت میں یہ لفظ بے ادبی کا معنیٰ رکھتا تھا اسلئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم رَاعِنَا نہ کہو انْظُرْنَا عرض کرو اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی تعظیم وتوقیر اور انکی جناب میں کلمات ادب عرض کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں بے ادبی کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ میں اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بے ادبی کفر ہے۔

(۱۲) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ گستاخی کفر ہے۔

آیت: لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ترجمہ:۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

خلاصۂ تفسیر: غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے بعض منافقین حضور کی نسبت تمسخر سے کہتے تھے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ روم پر غالب آجائیں گے کتنا بعید خیال ہے اور بعض منافقین ان باتوں پر ہنستے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلب فرما کر دریافت کیا انھوں نے کہا کہ ہم راستہ کاٹنے کے لئے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کر رہے تھے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ثابت ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر ہے۔

(۱۳): عقیدہ حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجا آوری کیلئے ہر مومن کو ہر دم کمر بستہ رہنا چاہیئے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۵ (پ

۹۔ع۱۶) اے ایمان والوں اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اس کی طرف اٹھنا ہے۔

خلاصۂ تفسیر: آیت سے معلوم ہوا کہ حضور کا بلانا اللہ کا بلانا ہے اسلئے اُمتی نماز میں ہو اور رسول بلائیں تو اسی حال میں حضور فرمودہ پر عمل کرنا فرض ہے اور اس دوران میں وہ نماز ہی میں رہے گا اور بعد تعمیل ارشاد بقیہ نماز پوری کرے گا۔

(۱۴) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت بعینہٖ اللہ تعالیٰ سے بیعت ہے:

آیت: اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ ط فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (۲۶پ۔۹ع) ترجمہ وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

خلاصۂ تفسیر: سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد و پیماں کرنا بغیر کسی فرق کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد و پیماں کرنا ہے سبحان اللہ کیا خوب رتبہ ہے سرکار کا کہ حضور سے بیعت اللہ ہی سے بیعت ہے جیسا کہ حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے ظاہر میں تو مصطفیٰ کا ہاتھ صحابہ کے ہاتھوں پر ہے لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ہے جو اسکی شان کے لائق ہے۔

(۱۵) عقیدہ: اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا منظور ہے:

آیت قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ج فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (پ۲۔ع۱) ترجمہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بار بار تمہارا آسمان کی طرف منھ کرنا تو ہم ضرور تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا منھ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔

خلاصۂ تفسیر: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہجرت کے بعد

بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہوا، تقریباً سترہ مہینے اس طرف نماز پڑھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کا قبلہ بنایا جانا پسند خاطر تھا اور حضور اس امید میں آسمان کی طرف نظر فرماتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی آپ نماز ہی میں کعبہ کی طرف پھر گئے۔ مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ اسی طرف رخ کیا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی رضا منظور ہے اور آپ ہی کی خاطر کعبہ کو قبلہ بنایا گیا۔

(۱۶) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض فعل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فعل فرمایا

آیت: وَمَا رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ترجمہ:۔ اور اے محبوب جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی خلاصہ تفسیر مدارک میں ہے کہ حضور کا خاک پھینکنا حقیقت میں اللہ ہی کا پھینکنا تھا جبھی تو اس نے مَا فَوْقَ الْعَادَةَ اثر کیا۔

(۱۷) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے اور درود بھیجنے میں خود اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ ترجمہ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے دورد بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی پر) اے ایمان والو! ان پر دورد اور خوب سلام بھیجو۔

خلاصۂ تفسیر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا واجب ہے ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنیوالے پر بھی اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ مستحب ہے اور یہی قول معتمد ہے۔

اور اسی پر جمہور ہیں اور نماز کے قعدۂ اخیرہ میں بعد تشہد کے درود شریف پڑھنا سنت ہے اور آپ کے تابع کر کے آپ کے آل واصحاب و دوسرے مومنین پر بھی

درود بھیجا جاسکتا ہے۔

(۱۸) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر معراج جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوا ہے:

آیت: سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندہ کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔

خلاصۂ تفسیر: مکہ مکرمہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس تک شب کے چھوٹے سے حصہ میں تشریف لیجانا تو اسی آیت کریمہ سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازل قریب میں پہونچنا احادیث صحیحہ معتمدہ مشہور سے ثابت ہے۔ جو حد تواتر کے قریب پہنچ گئی ہیں اس کا منکر گمراہ ہے۔ معراج شریف بحالت بیداری جسم وروح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی یہی جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے جلیل القدر صحابۂ کرام اسی کے معتقد ہیں اور آیات واحادیث سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔

دھوکے میں نہ آجائے کہیں فکر و آگہی
آقائے کائنات لباس بشر میں ہے

(۱۹) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عطاء وبخشش سے دوسرے کو غنی بنادیتے ہیں:

آیت: وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (پ۱۰)

ترجمہ: اور انہیں کیا بُرا لگا کہ اللہ اور رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کردیا۔

خلاصہ تفسیر اس آیت سے معلوم ہوا کہ غنی کردینے کی نسبت جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اسی طرح رسول کی طرف کی گئی ہے۔

(۲۰) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی وخوش رکھنا شرط ایمان ہے:

آیت: وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ (پ۱۰)

ترجمہ۔ اور اللہ ورسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔

خلاصۂ تفسیر: منافقین اپنی مجلسوں میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرتے تھے اور اپنی بربریت ثابت کرتے اور مسلمانوں کو راضی کرنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے انھیں فرمایا گیا کہ زیادہ اہم اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنا تھا۔ اگر ایمان رکھتے تھے تو ایسی حرکتیں کیوں کیں جو خدا اور رسول کی ناراضگی کا سبب ہوں۔

(۲۱) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دنیا وآخرت میں بلند ہے:

آیت: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (پ۳۰،ع۱۵) ترجمہ: اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کردیا۔

خلاصۂ تفسیر: حضور کا ذکر کلمہ شہادت، اذان، تکبیر، نماز وخطبہ میں ہر جگہ اور ہمہ وقت آپ کا ذکر فرش سے عرش تک بلند ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ کا ذکر اپنی امتوں میں کیا کتب اوّلین میں آپ کا ذکر قرآن کریم میں جا بجا آپ کا ذکر سبحان اللہ کیا ذکر کی بلندی ہے

خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

(۲۲) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہر ساعت بلند ہورہا ہے:

آیت: وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (پ۳۰،ع۱) ترجمہ:۔ بیشک پچھلی

تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے۔

خلاصۂ تفسیر: یعنی آخرت دنیا سے بہتر کیوں کہ وہاں مقام محمود وحوض۔ مورود خیر موعود شفاعت عظمٰی بے شمار عزتیں اور کرامتیں ہیں جو بیان میں نہیں آتیں اور مفسرین نے یہ معنی بھی بیان فرمایا ہے کہ آنے والے احوال آپ کے لئے گذشتہ سے بہتر وبرتر ہیں گویا حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ روز بروز آپ کے درجے بلند کرے گا اور اور عزت پر عزت اور منصب پر منصب زیادہ فرمادے گا اور ساعت بہ ساعت آپ کے مراتب ترقیوں میں رہیں گے۔

(۲۳) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرما کر گنہگاران امت کو جہنم سے نکلوادیں گے:

آیت: **وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى** (پ۳۰،ع۱۷) ترجمہ: اور بیشک قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

خلاصۂ تفسیر: مسلم شریف کی حدیث میں ہے نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم نے دونوں دست مبارک اٹھا کر امت کے حق میں رو رو کر دعا فرمائی اور عرض کی: **اَللّٰهُمَّ اُمَّتِىْ اُمَّتِىْ** اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر دریافت کرو رونے کا سبب کیا ہے؟ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ دانا ہے۔ جبریل نے حسب حکم حاضر ہو کر دریافت کیا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تمام حال بتایا اور غم امت کا اظہار فرمایا۔ جبریل نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ تیرے حبیب یہ فرماتے ہیں: باوجود یہ کہ وہ خوب جاننے والا ہے اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا کہ جاؤ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں عنقریب راضی کریں گے اور آپ کو گراں خاطر نہ ہونے دیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب آیت نازل ہوئی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک میرا ایک

امتی دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا۔ آیت کریمہ صاف صاف بتارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی کریگا جسمیں رسول راضی ہوں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگاران امت بخشد یئے جائیں لہٰذا احادیث اور آیات کریمہ سے یہ حقیقت **اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ** ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت گنہگار وں کے لئے مقبول بارگاہ ربّ العزت ہے۔

(۲۴) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگاران اُمت بخش دیئے جائیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود گرامی کافروں کے لئے بھی دنیا میں عذاب الٰہی سے رکاوٹ ہے۔ آیت: **مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ** ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ انھیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

خلاصۂ تفسیر: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تمام جہانوں کے لئے بلا تخصیص رحمت ہے۔ رحمت کا تقاضہ ہے کہ سرکار کی موجودگی میں کافروں پر بھی عام دنیوی عذاب نہ آئے۔

(۲۵) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مبارک کی قسم اللہ تعالیٰ نے یاد فرمائی:

آیت: **لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ** (پ۳۰،ع۱۴) ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

خلاصۂ تفسیر: اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ عظمت مکہ معظّمہ کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رونق افروزی کی بدولت حاصل ہوئی۔

کھائی قرآن نے خاک گذر کی قسم
اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

(۲۶) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت کی محبت ہر امتی کیلئے ضروری ہے:

آیت: قُلْ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (پ۲۵) ترجمہ: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔

خلاصۂ تفسیر: حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ قرابت والوں سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک ہے۔ (بخاری)

(۲۷) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امر و نہی کی اہمیت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امر و نہی کی اطاعت ہر مسلمان پر اتنی ہی ضروری ہے۔

جتنی اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کی اطاعت ضروری ہے۔ آیت: وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (پ۲۸) اور جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

خلاصہ تفسیر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تمہیں جو حکم دیں اسکا اتباع کرو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہ کرو اور انکے تعمل ارشاد میں سستی نہ کرو آیت صاف بتا رہی ہے کہ جس طرح اللہ کی اطاعت فرض ہے اسی طرح رسول کی اطاعت بھی فرض ہے۔

(۲۸) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے:

آیت: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (پ۵،۵ع) جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

خلاصۂ تفسیر: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔

اس پر منافقین نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو رب مانا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے منافقین کے رد میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ بیشک رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

(۲۹) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم مطاع حاکم آمر و ناہی ہیں:

آیت: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (پ۵، ع۵) ترجمہ:۔ ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے

خلاصہ تفسیر جبکہ رسول کا بھیجنا ہی اس لئے ہے کہ وہ مطاع بنائے جائیں اور انکی اطاعت فرض ہو تو جو ان کے حکم سے راضی نہ ہو اس نے رسالت کو تسلیم نہیں کیا وہ کافر خارج از اسلام ہے

(۳۰) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال بھی قرآن کی طرح دین کی حجت ہیں:

آیات: وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۝

ترجمہ: اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ترجمہ: اور اے (نبی کی بی بیو) یاد کرو جو تمہاری گھروں میں پڑھی جاتی ہے اللہ کی آیتیں اور حکمت خلاصہ تفسیر تمام انبیاء کرام علیہم السلام دین کے امام و پیشوا ہیں ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ وہ نیکیوں کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور ہمارے سرکار تو سیّد الانبیاء ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۳۱) عقیدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے انحراف صرف منافق کرتا ہے:

آیت: وَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ ترجمہ:۔ تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ خلاصۂ تفسیر آیت کے معنی ہیں کہ جبتک آپ کے فیصلہ اور حکم کو صادق و دل سے نہ مان لیں مسلمان نہیں ہو سکتے اور جو اس فیصلہ سے انحراف کرے وہ یقیناً منافق ہے۔

(۳۲) عقیدہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ ناطق ہے:

آیت: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (پ۲۲) ترجمہ:۔ اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو حق پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہے۔

خلاصۂ تفسیر: اس سے چند مسئلہ معلوم ہوئے نمبر ا کہ رسول کریم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی طاعت ہر امر میں واجب ہے معلوم ہوا کہ حضور کے مقابل میں کوئی اپنے نفس کا خود مختار نہیں نمبر ۲ یہ بھی معلوم کہ امر الٰہی کی طرف امر نبوی بھی واجب العمل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کامیابی کی ضمانت ہے:

آیت: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ (پ۲۲،ع۵)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

(۳۳) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کھلی ہوئی گمراہی ہے:

آیت: وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۔ ترجمہ: اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔

(۳۴) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے شارح ہیں:

تشریح: نبوی کی روشنی میں ہی قرآن کے معنی سمجھے جاسکتے ہیں۔ آیت۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُشَرِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ ترجمہ: جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں قرآن و حکمت سکھاتا ہے۔ خلاصہ تفسیر يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ سے مراد قرآن کی تلاوت فرماتا ہے اور يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ سے قرآن کے معنی سمجھنا مراد ہے معنی یہ ہیں کہ قرآن پڑھ کر سناتے بھی ہیں اور قرآن کے معنی بھی سمجھاتے ہیں۔

(۳۵) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فرمودہ وحی الٰہی ہے:

آیت: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ ۔ ترجمہ:۔ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں جو مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

خلاصۂ تفسیر: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کوئی فرماتے ہی نہیں جو فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتی ہے اور اسمیں حضور کے خلق عظیم اور آپ کے اعلیٰ منزلت کا بیان ہے نفس کا سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات ترک کردے۔

(۳۶) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولین اور آخرین حمد کریں گے

آیت: عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ ترجمہ: قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

خلاصۂ تفسیر: مقام محمود مقام شفاعت ہے کہ اس میں اولین اور آخرین حضور کی حمد کریں گے۔

(۳۷) عقیدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ گستاخی سارے اعمال کو اکارت کر دیتی ہے:

آیت۔ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ٥ ترجمہ:۔ اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

خلاصۂ تفسیر: آیت میں ہے کہ اس آیت میں حضور کا اجلال واکرام وادب احترام کا حکم دیا گیا کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہیں اس طرح نہ پکاریں بلکہ کلمات ادب و تعظیم وتوصیف وتکریم والقاب عظمت کے ساتھ عرض کرو جو عرض کرنا ہو کہ ترک ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے یعنی جب حضور میں کچھ عرض کرو تو آہستہ پست آواز سے عرض کرو یہی دربار رسالت کا ادب واحترام ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆